بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

سیرت کے جلسے بلکہ کانفرنسیں جس کثرت سے اور جس دھوم دھام اور تزک و احتشام سے آج کل ہوتے ہیں۔ پہلے بھی کبھی ہوتے تھے؟ اور جس قدر روپیہ ان پر خرچ ہوتا ہے۔ پہلے بھی مذہبی اجتماعات پر کبھی اتنا خرچ ہوتا تھا؟ لیکن آج مسلمانوں کی مذہبی داری۔ مذہبی زندگی اور انابت الی اللہ کا حال کیا ہے؟ اس حیثیت سے وہ اگلے زمانہ کے مسلمانوں سے بہتر ہیں یا بدتر؟ انھوں نے کچھ ترقی کی ہے یا اور انحطاط و تنزل میں جا پڑے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام جیسی اپنی زندگی بنا لینے کا جذبہ ان میں کچھ قوی تر ہوا ہے یا اور مضمحل تر ہو گیا ہے؟ ان سوالات کا جواب ظاہر ہے۔ اس کے متعلق دو رائیں ہرگز نہیں ہو سکتیں: اب سوال یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ سیرت کے جلسوں یا بالفاظ صحیح تر عید میلاد النبی کو اس طرح منانے کے دستور سے پہلے ہوتا یہ تھا کہ جمعہ جمعہ نماز کے بعد عام طور پر وعظ ہوتا تھا۔ یا کانفرنسیں بھی ہوتی تھیں تو مواعظ کی ہوتی تھیں۔ جن میں علمائے کرام جو علم و عمل کے اعتبار سے نمایاں شخصیت کے مالک ہوتے تھے۔ دو دو تین تین گھنٹے وعظ کہتے تھے۔ ان مواعظ میں کیا ہوتا تھا؟ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کی صفات کا بیان۔ یوم آخرت اور اعمال و افعال پر قرآنی وعد و وعید کا تذکرہ۔ انبیائے کرام اور بزرگوں کے قصے اور ان کے واقعات زندگی۔ جنت و دوزخ اور دنیا کی بے ثباتی و بے حقیقتی کی تشریح و توضیح۔ پھر ان مواعظ میں کہیں قرآن مجید کی آیات پڑھی جاتی تھیں اور کہیں احادیث نبویہ کبھی مولانا روم کی مثنوی کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور کبھی جامی و سعدی۔ ابوسعید ابوالخیر۔ سنائی اور عرفی و قدسی کے ولولہ انگیز اشعار اور قطعات: ان سب کا مجموعی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ سامعین کے قلوب میں رقت پیدا ہوتی تھی۔ خدا کی عظمت اور یوم آخرت کا ڈر جو مذہب کی اصل بنیاد ہے ان چیزوں کا اعتقاد جازم اور یقین کامل پیدا ہوتا تھا۔ سننے والوں کا تاثر جب شدید ہوتا تھا تو ان میں انابت الیٰ اللہ

اور تقرب مع اللہ کا جذبہ و ولولہ جو دین کی اصل غرض و غایت ہے ابھرتا تھا اور وہ ان کے ہر عمل و فعل پر چھا جاتا تھا۔ ایسا ہونا تھا بھی طبعی۔ کیونکہ دین کی طرف دعوت دینے کا یہی وہ طریقہ ہے جو قرآن کے مطابق ہے اور جو انبیائے کرام اور سلف صالحین نے اختیار کیا ہے۔ قرآن کو از اول تا آخر پڑھ جائیے آپ بار بار اور بڑی شد و مد کے ساتھ جس چیز کا تذکرہ پائیں گے وہ خدا کی عظمت و جلالت اور یوم آخرت ہی ہے۔ ان کے علاوہ اور جتنی بھی چیزیں ہیں وہ سب انھیں دو پر مبنی اور قائم ہیں۔ اوامر و نواہی ہیں تو وہ بھی اسی لئے۔ رسولوں کی بعثت کا تذکرہ ہے تو وہ بھی انھیں کی وجہ سے اور پھر قصص و امثال ہیں تو وہ بھی ان دونوں چیزوں کی حقیقت اور اہمیت کو زیادہ سے زیادہ راسخ فی الذہن کر دینے کی غرض سے!

---

لیکن اب آج کل عید میلاد النبی کی تقریب سے جو جلسے ہوتے ہیں ان میں کیا ہوتا ہے؟ شاندار پنڈال بنائے جاتے ہیں۔ ان کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے۔ قمقموں کی جگمگاہٹ سے پنڈال بقعۂ نور بنتے ہیں تقریر کرنے والوں میں مسلم اور غیر مسلم عالم اور غیر عالم دونوں قسم کے حضرات ہوتے ہیں یہ تقریریں زیادہ سے زیادہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ ہوتی ہیں۔ جو غیر مسلم اور غیر عالم مقرر ہوتے ہیں ان سے تو اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے جو عالم ہوتے ہیں وہ بھی وقت کے فیشن کے مطابق نہ خدا کی ذات و صفات کا ذکر کرینگے اور نہ یوم آخرت اور جنت و دوزخ کا۔ نہ مولانا روم کی مثنوی سنائیں گے اور نہ جامی و سعدی کے اشعار۔ ہاں ان تقریروں میں ذکر ہوگا تو اسلام کی ان تعلیمات اور حضور کے ان اخلاق کا جن سے آج کل ملکی اور غیر ملکی سیاسی حالات پر استدلال کیا جا سکے۔ اسلام کے سیاسی نظام کا تذکرہ ہوگا۔ اُس کی جمہوریت۔ مساوات۔ عدل۔ اسلام میں حقوق بنی نوع انسان پر داد سخن دی جائے گی۔ اسلام اور کمیونزم میں مقابلہ کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ ہوگا لیکن اسلام کا جو اصل مقصد ہے یعنی انابت الی اللہ اور تقرب مع اللہ۔ فلاح اُخروی اور نجات عقبیٰ اس کا کوئی ذکر نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ باتیں دقیانوسیت ہیں اور فیشن کے خلاف ہیں۔ ان ادھکچری اور ادھر ادھر کی تقریروں کے

بعد پنڈال میں مشاعرہ ہوگا۔ قوالی ہوگی اور آخر شب کے سہانے لمحات میں یہ متبرک مجلس ختم ہوجائیگی
تقریروں کا یہ انداز تو اسی وقت ہوگا جب کہ مقرر صاحب موضوع سخن کے اندر محدود رہنے کی کوشش
فرمائیں۔ ورنہ عام طور پر دیکھنے میں یہ بھی آتا ہے کہ سیرت کے جلسوں میں جو تقریریں کی جاتی ہیں وہ
کسی نہ کسی حیثیت سے نیم سیاسی اور نیم تاریخی ہو کر رہ جاتی ہیں یوم آخرت کا ذکر تو کیا ہوتا! اسوۂ نبوی
یا حیات طیبہ کا تذکرہ بھی بس کچھ یونہی سا ہوتا ہے۔

---

اس میں شبہ نہیں کہ رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جس عنوان سے بھی کیا جائے سرتاسر خیر و برکت ہے۔ لیکن قرآن میں مسلمانوں کو امتہً وسطاً کہا گیا ہے اس لئے قرآن و حدیث کی تعلیمات اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مقدس زندگیوں کی روشنی میں ہم کو حقیقت پسندی اور واقعیت پژوہی سے کام لے کر احتساب نفس کرنا چاہیے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس میں خالص دینی جذبہ کا دخل ہے یا جو کچھ ہے وہ محض دوسری قوموں کی نقالی اور محض ایک طرح کی رسم پرستی ہے۔ عوام سے تو ہم کیا کہیں کہ یہ خود اپنی کوئی رائے رکھتے ہی نہیں شکوہ جو کچھ بھی ہے ان اکابر و زعمائے ملت سے ہے جو خود بھی مسلمانوں کی فریب خوردگی نفس کا شکار ہو جاتے ہیں اور راہ حق دکھانے کے بجائے اور الٹے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

---

ان سطور کا مقصد سیرت النبی کے جلسوں کی مخالفت کرنا نہیں ہے بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ آپ جلسے کیجیے مگر اس طرح کہ فضول خرچی نہ ہو۔ غیر شرعی چیزوں کا ارتکاب نہ ہو۔ اور ان سے مسلمانوں کو اعتقاداً و عملاً اسلام سے زیادہ سے زیادہ قریب لانے کا کام لیا جا سکے۔ یہ نہ ہو کہ عید بقر عید کی طرح ایک تیوہار کی حیثیت سے آپ نے اس دن کو منایا اور بس! اور آپ کی زندگی میں اس سے کوئی انقلاب پیدا نہیں ہوا۔